النور

جولائی ۲۰۱۲ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ نیا نہ پُرانا

مدیر
شاہد عزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اعلانات اور خبریں

انگلستان

نماز جمعہ   ۱۳:۰۰ بجے دوپہر

مجالس

مجلس عامہ   ۳ بجے بعد دوپہر ۶ مئی ۲۰۱۲ء

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمد

مجدد صد چار دھم

اشتہار

انعامی دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کے فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ہیں ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی ان کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دیں۔

میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین مصنف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔ مگر واضح رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہیں یا برطبق شرط اشتہار کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو اس حالت میں بصراحت تمام تحریر کرنا ہوگا جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے۔ اور اگر دلائل مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو ہم نے خمس دلائل تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے جو اس تمام مجموعۂ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط ہر یک صنف کی دلائل سے متعلق ہے اور ہر صنف کے براہین میں سے نصف یا

ثلث یا ربع یا خمس پیش کرنا ہوگا۔
شائد کسی صاحب کا فہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہے جو عبارت مذکورہ میں صنف دلائل سے کیا مراد ہے پس بغرض تشریح اس فقرہ کے لکھا جاتا ہے جو دلائل اور براہین فرقان مجید کی کہ جن سے حقیت اس کلام پاک کی اور صدق رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے دو قسم پر ہیں اول وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرت کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں یعنی ایسی دلائل جو اسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرت کی ہی خصال قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں دوسری وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرت کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثات متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔
اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے دلیل بسیط اور دلیل مرکب۔ دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثبات حقیت قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرت کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں اور دلیل مرکب وہ دلیل ہے جو اسکے تحقیق دلالت کے لئے ایک ایسے کل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع اس پر نظر ڈالی جائے یعنی نظر یکجائی سے اس کی تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق اس حالت کا تحقق حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت آنحضرت کو مستلزم ہو اور جب اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہیے حاصل نہ ہو اور وجہ اس تفاوت کی یہ ہے جو کل مجموعی اور کل واحد ہمیشہ متخالف فی الاحکام ہوتے ہیں جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اٹھا سکتے ہیں اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اٹھانا چاہیں تو یہ امر محال ہو جاتا ہے۔ اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائل بسیطہ اور مرکبہ سے جب اپنی خاص خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں کے لحاظ سے تصور کئے جائیں تو ان کا نام اس کتاب میں اصناف دلائل ہے۔ اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے التزام کیلئے ہم نے صدر اشتہار ہذا میں یہ قید لگا دی ہے جو ہر صنف کے براہین میں سے شخص متصدی مقابلہ فرقان مجید کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش کرے یعنی اس صورت میں کہ جب ان کل دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنف کے تحت میں داخل ہیں۔
اور نیز اس جگہ یہ امر زیادہ تر قابل انکشاف ہے کہ جو صاحب کسی دلیل مرکب کا کہ جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا چاہیں تو ان پر واجب ہوگا کہ اگر وہ دلیل مرکب ایسی مجموعہ اجزا سے مرکب ہو جو ہر یک جز اس کا بجائے خود کسی امر پر دلیل ہو تو ان سب جزوی دلائل کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش کرنا ہوگا۔
چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل ہے اس لئے ہم بطور تمثیل کے اس جگہ اسی قسم کی ایک دلیل دلائل مرکبہ مثبتہ حقیت فرقان مجید سے تحریر کرتے ہیں اور وہ یہ ہے جو تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقان مجید ہر یک اصول اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایۂ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایۂ ثبوت پہنچانا ضرورت الہام پر دلائل قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاق حق اور ابطال باطل سے قاصر نہ رہنا پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت اور افضلیت اس کی بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائد فاسدہ کو ہر یک نوع اور ہر صنف کی غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے ہوں براہین قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصول مدللہ محققہ مثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہوا اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتا ملک سکتا ہو کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے ان کی صحبت اور مخالفت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہر یک اصول حقہ پر دلائل فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدار نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائید الٰہی اور الہام ربانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا پس ناچار عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں۔ یہ دلیل ہے جو ہم نے بطور نمونہ کے ان دلائل مرکبہ

میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعہ اجزا تمام ایسی جزؤں سے مرکب ہے کہ وہ سب جزیں دلائل ہی ہیں چنانچہ اس دلیل کے اجزا سب کے سب وہ دلائل ہیں جو عقائد حقہ پر قائم کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف دلائل میں سے ایک صنف ہے اس لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف دلائل کا پیش کرنا فرض ہے اس لئے اس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے مگر اس دلیل کو دکھلانے کے لئے ان تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری ہے کہ جن سے اس دلیل کی تالیف اور ترکیب ہے اور جن کی ہیئت اجتماعی سے اس کا وجود تیار ہوتا ہے جیسی دلیل اثبات وجود صانع دلیل اثبات توحید دلیل اثبات خالقیت باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہی دلائل اس دلیل کی اجزا ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحصیل کسی ماہیت کا بدون اس کی جزوں کے ہوسکتا ہے پس مخاصم پر لازم ہے جو ان تمام جزوی دلائل کو بھی پیش کرے ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً کسی اصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں لکھی ہوں مخاصم صاحب اس کے اثبات پر یا اس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی انہیں شرائط اور انہیں حدود کے جو اشتہار ہذا میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں ۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد مقام قادیان ضلع گورداسپور پنجاب ۔☆

قرآن، سُنت، حدیث و فقہ کے مراتب اور مجدد صد چار دھم کا مسلک

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد

۲۷ رنومبر ۱۹۰۲ء کو آپ کا وہ معرکۃ الآرا محاکمہ اشتہار کی صورت میں شائع ہوا جو مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر تھا ۔ اور وہ اس صراط مستقیم اور اعلیٰ درجہ کے معتقدات کا ایک نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجدد وقت کے ذریعہ مسلمانوں کو دوبارہ عطا فرمایا ۔ میں اس میں سے ابتدائی حصہ برائے افادہ ناظرین یہاں نقل کرتا ہوں ۔ سارا محاکمہ شائع شدہ موجود ہے اور قابل دید ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

’’فریقین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ مباحثہ مندرجہ عنوان کے پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ مولوی عبداللہ صاحب احادیث نبویہ کو محض ردی کی طرح خیال کرتے ہیں اور ایسے الفاظ منہ پر لاتے ہیں جن کا ذکر کرنا بھی سوء ادب میں داخل ہے اور مولوی محمد حسین صاحب نے ان کے مقابل پر یہ حجت پیش کی تھی کہ اگر احادیث ایسی ہی ردی اور لغو اور ناقابل اعتبار ہیں تو اس سے اکثر حصے عبادات اور مسائل فقہ کے باطل ہو جائیں گے کیونکہ احکام قرآنی کی تفاصیل کا پتہ حدیث کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے ورنہ صرف اگر قرآن ہی کافی سمجھا جائے تو پھر محض قرآن کی رو سے اس پر کیا دلیل ہے کہ فریضہ صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور باقی تین نمازیں چار چار رکعت ہیں یہ اعتراض ایک زبردست پیرایہ میں ہے گو اپنے اندر ایک غلطی رکھتا ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ اس اعتراض کا مولوی عبداللہ صاحب نے کوئی شافی جواب نہیں دیا ۔ محض فضول باتیں ہیں جو لکھنے کے بھی لائق نہیں ۔ ہاں اس اعتراض کا نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب کو ایک نئی نماز بنانی پڑی جس کا جمیع اسلام کے فرقوں میں نام و نشان نہیں پایا جاتا ۔ انہوں نے التحیات اور درود اور دیگر تمام ادعیہ ماثورہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں درمیان سے اڑا دیں ، اور ان کی جگہ صرف قرآنی آیتیں رکھ دیں ۔ ایسا ہی اور بہت کچھ نماز میں تبدیلی کی ہو گی ۔ لیکن کیا یہ سچ ہے کہ حدیثیں ایسی ہی ردی اور لغو ہیں جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے سمجھا ہے ۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں ۔

اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ہر ایک نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی ۔ فریق اول یعنی محمد حسین صاحب اگرچہ اس بات میں سچ پر ہیں کہ احادیث نبویہ مرفوعہ متصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردی اور لغو سمجھا جائے ۔ لیکن وہ حفظ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے

☆ براہین احمدیہ حصہ اول

اور حدیث کے قصہ کو ان قصوں پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ میں بتصریح موجود ہیں، اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی ہے، اور جادۂ انصاف سے تجاوز ہے۔ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے فبایّ حدیث بعد اللّٰہ واٰیاتہ یومنون. یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو۔ اور اس لفظ حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو بطور اشارۃ النص اس آیت سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے جن کے بیان کردہ قصے قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے۔ غرض یہ فرقہ اہل حدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں اور اگر وہ انصاف اور خداترسی سے کام لیتے تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے۔ مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی کلام کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دیدیں اور اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ایسی حدیثوں کو جن کے قصے کتاب اللہ سے مخالف ہیں یا تو چھوڑ دیں اور یا ان کی کتاب اللہ سے تطبیق کریں یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے اختیار کر رکھی ہے اور ان کے مخالف مولوی عبداللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے، اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے اور آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے۔ پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے اور مولوی عبداللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنوں کا ذخیرہ ہیں یہ قلت تدبر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک ناکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور دوسری حدیث۔ اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے۔ گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح سے کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے۔ اور حدیث کے حکم کے تابع ہے۔

ایسی تقریر سے بیشک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جبکہ حدیثیں سو ڈیڑھ سو برس آنحضرت ﷺ کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں اور بایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذونادر ہیں جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک تودہ اور انبار ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ یعنی ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں۔ پس قرآن شریف تو یوں ہاتھ سے گیا کہ وہ بغیر قاضی صاحب کے فتوؤں کے واجب التعمیل نہیں اور متروک اور مہجور ہے اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف ظن کے میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں۔ کیونکہ ظن کی تعریف یہی ہے کہ وہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے۔ گویا دونوں ہاتھ سے گئے۔ یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔

اور صراط مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے۔ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں (۱) قرآن شریف، جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔ (۲) دوسری سنت۔ اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد صرف آنحضرت ﷺ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی

ہے اور ابتدا سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی، اور ہمیشہ ساتھ رہے گی۔ یا بہ تبدیلی الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے، اور سنت رسول اللہ ﷺ کا فعل۔ اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں۔ (۳) تیسرا درجہ ہدایت کا حدیث ہے۔ اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنخضرت ﷺ سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف زاویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عمل ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنخضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اور جس طرح آنخضرت ﷺ قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے، یہ دونوں خدمات آنخضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنخضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا، اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جو آپ تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنخضرت ﷺ نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں۔ لیکن پھر تقوے کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ میرا سماع بلا واسطہ نہیں ہے۔ خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے۔ تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔ انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی۔ اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی۔ بایں ہمہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔ تاہم غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے۔ کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعہ سے ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دئے تھے۔ اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصل تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا۔ کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا، گویا اسلام نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ اور حدیثیں قرآن وسنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہوگئیں اور اسلام کے بہت سے فرقہ جو بعد میں پیدا ہوگئے ان میں سے سچے فرقہ کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلام یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جائے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے، بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہوں اس کو بسروچشم قبول کیا جائے یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں

کا انکار کرتا ہے۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کتنی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں، اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور اور سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے، اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں۔لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بیوجہ احادیث سے انکار نہ کریں۔ ہاں جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری جماعت بہ نسبت عبداللہ کے اہل حدیث سے اقرب ہے اور عبداللہ چکڑالوی کے بیہودہ خیالات سے ہمیں کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اسے یہی چاہئے کہ وہ عبداللہ چکڑالوی کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے، بدل متنفر اور بیزار ہو، اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں کہ یہ دوسرے مخالفوں کی نسبت زیادہ برباد شدہ فرقہ ہے۔اور چاہئے کہ نہ وہ مولوی محمد حسین کے گروہ کی طرح حدیث کے بارے میں افراط کی طرف جھکیں اور نہ عبداللہ کی طرح تفریط کی طرف مائل ہوں بلکہ اس بارے میں وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلی حدیثوں کو اپنا قبلہ وکعبہ قرار دیدیں جن سے قرآن متروک اور مہجور کی طرح ہو جائے، اور نہ ایسے طور سے ان حدیثوں کو معطل اور لغو قرار دیدیں جن سے احادیث نبویہ بکلی ضائع ہو جائیں۔ ایسا ہی چاہئے کہ ختم نبوت آنحضرت ﷺ کا انکار نہ کریں اور نہ ختم کے یہ معنی سمجھ لیں کہ جن سے امت پر مکالمات ومخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

(بحوالہ: مجدد اعظم جلد دوم، ص: ۹۱۲ تا ۹۱۷)

میری قربانیاں، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت سب میرے رَب کے لئے ھیں۔

اخلاق نبوی انقلاب پیدا کر سکتا ھے

پیدا کر سکتا ھے

از حضرت مولانا محمد علی

اگر ہر مسلمان ان خوبیوں کو ان کمالات کو اپنے اندر لینے کی کوشش کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتے ہیں تو دنیا میں پھر انقلاب پیدا ہو سکتا ہے فرداً فرداً ہر شخص آپ کے نمونہ کو اپنے اندر لے، لیکن ایک جماعت کی جماعت یہ تہیہ کر لے تو بہت بڑا کام کر سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ نہیں آ سکتے لیکن اگر اس چھوٹی سی جماعت کا ہر فرد تہیہ کر لے خدا سے یہ وعدہ کر لے کہ جو کچھ نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آئے گا اس کو اپنے اندر لینے کی کوشش کروں گا تو ہم ناکارے بھی آپ کے نمونہ کو لے کر دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھا سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا گیا تھا کہ آپ کے کمالات صرف آپ کی ذات تک محدود رہیں بلکہ آپ کو دوسروں کے اندر کمالات پیدا کرنے، دنیا میں ان کو پھیلانے کے لئے بھیجا گیا تھا آپ کے صحابہؓ نے ان کمالات کو اپنے اندر لیا، پھر تابعین نے لیا، تبع تابعین نے لیا اور ان کے بعد جگہ جگہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے آپؐ کے کمالات کو اپنے اندر لے کر آپؐ کے نام کو دنیا کے اندر روشن کیا، ہم بھی تہیہ کر لیں تو آج محمد رسول اللہ کو دنیا میں روشن کر سکتے ہیں۔

ہماری جماعت کے سامنے دو کام ہیں ایک کام ہے مسلمانوں کو اخلاقی رنگ میں درست کرنا ان کو قرآن کا عامل بنا جیسے حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

یہ تو خدا نے آپ کے سامنے ایک کام رکھا ہے وہ مسلمان ہیں لیکن ان کو صحیح معنوں میں مسلمان کرنے کی ضرورت ہے دوسرا کام ہے غیر مسلموں میں قرآن کا پہنچانا ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا گرویدہ بنانا۔

یہ دو کام آپ کے سامنے ہیں لیکن میں آپ کو صاف

بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف لفظوں سے آپ ان کاموں کو نہیں کر سکتے صرف لیکچروں سے سرانجام نہیں دے سکتے صرف تصنیف وتالیف سے نہیں کر سکتے صرف تعلیم وتدریس سے نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ نظر آنا چاہیے۔وہ جماعت جو مسلمانوں کو مسلمان بنانے یا غیر مسلموں کو اسلام پہنچانے کے لئے کھڑی ہوتی ہے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ان دونوں کاموں کو نہیں کر سکتی اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونے ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا،فرداً فرداً ایسی نمونے اب بھی ہوں گے احمدیوں میں بھی ہوں گے غیر احمدیوں میں بھی ہوں گے،لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک جماعت اس رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔

خدا کے فضل سے ایک صحیح عقائد کا رنگ آپ نے محمد رسول اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے اور اس رنگ میں ایسے بلند مقام پر آپ کھڑے ہیں جس کی طرف اس وقت دنیا آرہی ہے اور انشاء اللہ آئے گی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہیں یہ بالکل صحیح بات ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے،اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن آپ کے بعد ائمہ آئیں گے،مجددین آئیں گے،محدثین آئیں گے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اس امت کے اندر ایسے لوگ آتے رہے جو الہام الٰہی سے مشرف ہوئے گو وہ نبی نہ تھے تو عقائد کے لحاظ سے آپ بڑے بلند مقام پر ہیں۔

دیکھئے ہمارے سامنے جس قدر مسلمانوں کی جماعتیں ہیں،ان سب میں عقائد کے لحاظ سے کمزوری پائی جاتی ہے،یا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو لاتے ہیں یا پھر مجدد کو بھی نہیں مانتے،یہ جانتے ہوئے کہ مجدد اس امت کے اندر آتے رہے اس ہندوستان میں بھی ایسے لوگ ہوئے جو مجددیت کے منصب پر سرفراز تھے ایک مجدد صاحب سرہندی کو ہی لے لو،جن کا نام ہی مجدد صاحب ہوگیا ہندوستان تو کیا ان کو افغانستان تک کے لوگ مجدد مانتے ہیں،تو اس بات کو جانتے ہوئے بھی یا تو مجدد کو مانتے ہی نہیں یا دوسری حد سے آگے نکل گئے......اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو لے آئے،یہ عقائد کی کمزوریاں ہیں اس کے بالمقابل آپ کی جماعت عقائد کے لحاظ سے بڑے بلند مقام پر کھڑی ہے،جو اس بات کی قائل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کوئی نہیں آسکتا مجدد آتے رہے اور اس زمانہ میں بھی ایک مجدد آیا۔

دوسری بات جو عقائد کے رنگ میں آپ کی جماعت نے پیدا کی وہ یہ ہے کہ تکفیر کے مسئلہ کو صاف کر کے رکھ دیا ختم نبوت کے تو پہلے بھی لوگ قائل تھے لیکن تکفیر کی بیماری مسلمانوں میں اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ اس نے مسلمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا اور بھائیوں بھائیوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا،آپ کی جماعت نے تکفیر کو بنیاد سے اکھیڑ دیا۔خوب یاد رکھئے آپ کا نمونہ اچھا ہو لیکن مسلمانوں کی کسی جماعت کو آپ کافر سمجھتے ہوں،تو آپ کا وہ نمونہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا،مسلمانوں کو کافر بنا کر کبھی آپ دوسروں کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتے،یہ تکفیر ایک فولادی دیوار بن جاتی ہے ایک روک ہو جاتی ہے،اس جماعت کے لئے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی طرف دعوت دینی ہو آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا تھا من صلیٰ صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم ہماری نماز پڑھنے والا،ہمارے قبلہ کی منہ کرنے والا ہمارا ذبیحہ کھانے والا مسلمان ہے،کہیں خالد رضی اللہ عنہ زیادتی کر بیٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازپرس کرنے پر کہا کہ وہ تو جان کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا تو آپؐ نے فرمایا ھلا شققت قلبہ کیا تو نے اس دل چیر کر دیکھ لیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مسلک تھا اسی کو آپ کی جماعت نے لیا۔

تو اب میں کہتا ہوں آؤ عملی رنگ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ پیش کرو تا کہ تمہاری تبلیغ کی کوششیں زیادہ بارآور ہوں،تمہاری ذہنیت یہ ہونی چاہئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اچھی بات نظر آئے تو اس کو فوراً لینے کی کوشش کرو۔

پہلے میں ایک اصولی بات بتانا چاہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنے اندر لینے کے لئے سب سے پہلے خدا سے وہ رشتہ قائم کرو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا،کیا تعلق ہے ایک انسان اور خدا کے درمیان۔پہلے اس تعلق کو اچھی طرح سمجھ لیں جو خدا اور انسان کے درمیان ہے،یہ ایک لمبا مضمون ہے لیکن میں مختصر طور پر بتاتا ہوں،نماز کے اندر ہمیں ایک دعا سکھائی گئی ہے عام طور پر لوگ شروع نماز میں یہی پڑھتے ہیں سبحانک اللھم الخ لیکن ایک اور دعا بھی حدیثوں میں آتی ہے اللھم انت الملک لا الٰہ الا انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہٗ لایغفر الذنوب الا انت اس میں جو درمیانی فقرہ ہے انت ربی وانا عبدک اے خدا تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں،یہ فقرہ اس تعلق کو بتاتا ہے جو خدا اور انسان کے درمیان ہے انت ربی تو میرا پرورش کرنے والا ہے جسمانی بھی اور روحانی بھی،تو وہ ہستی ہے جس نے نہ صرف مجھے پیدا کیا بلکہ میری

پرورش کے تمام سامانوں کو بھی پیدا کیا اور پھر آہستہ آہستہ مجھے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہوا انتہائے کمال پر لے جائے گا یہ تو ہمارا خدا ہے لیکن دوسرا فقرہ بہت ہی قابل غور ہے وانا عبدک میں تیرا بندہ ہوں ۔ یہ عام ترجمہ ہے لیکن فی الحقیقت عبد کے معنی غلام کے ہیں میں نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، لیکن جو مارمڈیوک پکتھال نے ترجمہ کیا ہے اس کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی اور اس لحاظ سے وہ میرے ترجمہ پرسبقت لے گیا ہے وہ یہ ہے کہ عبد کے معنی انہوں نے کئے ہیں BONDMAN یعنی غلام فی الحقیقت یہی سچ ہے جب تک اس مقام پر انسان اپنے آپ کو نہ سمجھے کہ وہ خدا کا غلام ہے اس کا پیدا کیا ہوا تو ہے لیکن اس کا غلام بھی ہے اس وقت تک صحیح تعلق قائم نہیں ہوتا۔ غلام کسے کہتے ہیں، ایک غلام کماتا رہتا ہے، کماتا رہتا ہے لیکن وہ جو کچھ محنت و مشقت کرکے کماتا ہے وہ اس کا نہیں اس کے آقا کا ہوتا ہے پھر وہ آقا کی آنکھوں کے اشارہ کو دیکھتا ہے وہ اس کے ہونٹوں کی طرف نظر رکھتا ہے اور قبل اس کے کہ اس کے ہونٹ ہلیں وہ اس کی خواہش کو پورا کردیتا ہے، انسان کا بھی ایسا ہی تعلق خدا سے ہونا چاہیئے۔

بُخاری کی پہلی حدیث

(1) عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلٰی امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ میں نے رسول صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے اور کہ ہر آدمی کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرتا ہے پس جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو کہ اسے حاصل کرے یا عورت کے لئے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کام کے لئے ہوئی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ۔

حدیث انما الاعمال بالنیات کا تعلق ابتدائے کتاب اور وحی دونوں سے ہے ابتدائے کتاب سے اس لئے کہ ہر کام کا اصل دارومدار اخلاص پر ہے۔ امام بخاری کے اخلاص پر تو اب دنیا شاہد ہے کہ آپ کی کتاب کو وہ قبولیت ملی جو بعد کتاب اللہ اور کسی کو نہیں ملی اور وحی سے یوں تعلق ہے کہ وحی اعمال صالحہ کی طرف ہدایت کرتی ہے مگر اعمال صالحہ بھی بدون اخلاص کے سرسبز نہیں ہوتے لفظ نیة نوی سے ہے جس کے معنی ہیں قصد کیا اور نوی کے معنی سعی بھی آتے ہیں یعنی کوشش کی جیسے اس حدیث میں من ینوی الدنیا تعجزہ یعنی جو دنیا کے لئے ہی ساری کوشش میں لگا رہے وہ اسے عاجز کردیتی ہے اور اعمال سے مراد اعمال خیر ہیں یا وہ اعمال جن کی طرف وحی ہدایت کرتی ہے الاعمال بالنیات سے مراد یہ ہے کہ اچھے عمل خلوص نیت سے ہی صحیح ہوتے ہیں یا خلوص نیت سے ہی ان پر جزا ملتی ہے حتی کہ ہجرت جیسے نیک عمل کا مدار بھی نیت پر ہے جو شخص یہ تعلیم دنیا کو دیتا ہے کہ اچھے عمل بھی کافی نہیں جب تک کہ ان کے ساتھ خلوص نیت نہ ہو وہ مفتری نہیں ہوسکتا۔ امام بخاری نے ان احادیث کے جمع کرنے میں بہت سفر کیا اور تبلیغ دین بھی سفر یعنی ایک قسم کی ہجرت سے ہی ہوسکتی ہے۔

دنیا سے مراد مال دنیا ہے انسان کی بڑی خواہش یا مال کے لئے ہوتی ہے یا شہوات نفسانی کے لئے جس کے لئے عورت کا لفظ فرمایا دنیا میں لوگ کثرت سے اپنے وطن مالوف کو چھوڑتے ہیں ایک ملک سے دوسرے ملک میں چلے جاتے ہیں مگر یا مال کمانے کے لئے یا حظ نفسانی کے لئے کتنے ہیں جو خدا کی راہ میں حق کی خاطر نکلتے ہیں یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ہیں۔ اس حدیث کا حصہ فمن کان ھجرتہ الیٰ اللہ ورسولہ فھجرتہ الیٰ اللہ ورسولہ یہاں بیان نہیں کیا حالانکہ حمیدی سے جس کی یہ روایت ہے پوری ثابت ہے اور امام بخاری نے دوسرے طریق سے اسے خود پورا کیا ہے (کتاب الایمان) اس کی کئی وجوہ دی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ مصنف کے نزدیک اختصار حدیث اور روایت بالمعنی جائز ہے اس لئے عمداً ترک کردیا ہے یہ ہوسکتا ہے کہ یہ امام بخاری سے فروگذاشت ہوگئی آخر بشر تھے یہ حدیث چھ اور مقامات پر امام بخاری نے بیان کی ہے اور مسلم، ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کی ہے۔

شائع کردہ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com